© rasailojaraid.com

ماسٹر صالح محمدؒ ھنگورا، کراچی

تاریخ اسلامی سندھ کا ایک زرّیں باب

منصورہ ـــ تاریخ کے آئینے میں

تعارف اور محل وقوع

بنی امیہ کے دورِ خلافت کے آخری ایام میں جب حکم بن عوام کلبی کا تقرر بحیثیت ایک گورنر ہوا تو وہ اپنے ساتھ غازی اعظم فاتح سندھ محمد بن قاسم کے فرزند عمر بن محمد بن قاسم کو بھی ساتھ لے آئے۔ عمر بن محمد بن قاسم نے یہاں آتے ہی یہاں کی بغاوتیں فرو کیں اور مزید فتوحات حاصل کیں۔ بہت سے علاقے اسلامی قلمرو میں شامل کیں۔ انہی فتوحات کی یادگار کے طور پر دریائے سندھ کے مغربی کنارے ایک جزیرہ پر نیا شہر دمشق کے طرز پر سنہ ۱۲۰ھ میں تعمیر کروایا جو "منصورہ" کے نام پر موسوم ہوا۔ آگے چل کر یہی سندھ کا دار الخلافہ بنا۔ ابن حوقل کے قول کے مطابق:

"یہ مربع نما شہر تھا جو سنہ ۴۲۱ھ بمطابق سنہ ۱۰۱۰ء سلطان محمود غزنوی کے کفرستانِ ہند پر حملہ تک برابر تین صدیاں سندھ کا دار الخلافہ رہا۔ شہر کی عمارتیں لکڑی کی بنی ہوئی تھیں۔ فقط جامع مسجد پتھروں سے تعمیر کی گئی تھی جو عمان کی جامع مسجد کی طرز پر بنائی گئی تھی۔ شہر کے چار دروازے تھے باب البحر۔ باب طوران۔ باب سندان۔ باب ملتان [1]"

منصورہ کی حدود دیبل سے الور تک تھیں۔ تقریباً تین لاکھ چھوٹے بڑے دیہات اور گاؤں ریاست میں شامل تھے جن میں سے دیبل، زندریج، کدار، مابل، تبلی، بانیہ، سدوسان صیمور (چیمور) سوبارہ ملتان اور الور خاص شہر تھے۔

مندرجہ بالا شہر کھیتوں اور باغات کی کثرت کی وجہ سے ایک دوسرے سے ملے ہوئے تھے۔ امیر دل

---

[1] بحوالہ احسن التقاسیم مقدسی، ص ۴۹۸ و ابن حوقل باب منصورہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی فوجی طاقت مسعودی کے بیان کے مطابق چالیس ہزار تھی۔ اس میں اسی ہاتھی تھے اور ہر ایک کے ساتھ پانچ سو کا پیادہ دستہ رہتا تھا۔ ہاتھیوں میں "منفرفلس حیدرہ نامی" دو مشہور ہاتھی تھے۔

بشاری نے جن شہروں کا نام "منصورہ" کی ریاست میں دکھاتے ہیں ان میں "سوبارہ" بڑی اہمیت رکھتا تھا۔ پہلے یہ شہر کنبھاٹ کی کھاڑی پر ہندوستان کا مشہور شہر تھا۔

منصورہ کی علمی اور مذہبی حالت

دارالخلافہ ہونے کی وجہ سے منصورہ کا یہ شہر علماء، فضلاء اور سادات کے فیض کی بدولت علمی لحاظ سے سندھ کا دمشق اور بغداد ثانی بن چکا تھا۔ یہاں علماء و فضلاء کے ساتھ ساتھ نامور ادیب اور شعراء بھی موجود تھے۔ بنو دعرب اور عراق کی وہ نامور ہستیاں جو علمی شہرت میں باکمال سمجھی جاتی تھیں، اپنا وطن چھوڑ کر منصورہ میں سکونت پذیر ہو چکی تھیں۔

ا۔ مطیع بن ایاس

عرب کا یہ مشہور شاعر ہشام تغلبی کے دور حکومت میں منصورہ آیا تھا اور ایک لمبے عرصے تک یہیں مقیم رہا۔[۱]

۲۔ ابو عبادہ ولید بن عبد البختری

(المتوفی ۲۸۴ھ) حماسہ کے مصنف ابوتمام کا ہم عصر اور عرب کا شہرہ آفاق شاعر تھا۔

۳۔ ابو العباس احمد بن محمد بن صالح التیمی المنصوری

آپ منصورہ کے باشندے تھے۔ بعد میں عراق فارس میں سکونت اختیار کی۔ ابو العباس کنیت تھی۔ داؤد الاصفہانی کے مسلک کے مشہور امام و محدث تھے۔ ان سے الحاکم ابو عبداللہ الحافظ (صاحب مستدرک) نے روایت حدیث کی ہے اور فرمایا ہے کہ:

"میں نے بڑے بڑے علماء کو دیکھا ان میں سب سے زیادہ آپ ظریف الطبع تھے۔"[۲]

"المنصوری" کے عنوان کے تحت ابن ندیم لکھتے ہیں:

"ابو العباس کنیت، احمد نام تھا، محمد بن صالح کے فرزند، داؤد ظاہری کے مسلک کے پیرو تھے۔ اس مسلک کے جید علماء میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ بہت سی بلند پایہ کتابوں کے مصنف تھے"

---

[۱] آغانی، ج ۱۲، ص ۸۶۰ [۲] سمعانی کتاب الانساب باب منصورہ ص ۲۴۳

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جن میں بعض اعلیٰ پایہ کی ضخیم کتابیں ہیں۔ المصابیح کبیر، کتاب احادی، کتاب السیر[1]

۴۔ ابو محمد عبداللہ ابن جعفر ابن مرو المنصوری المتری

آپ بھی ایک جیّد عالم اور اپنے دور کے مشہور محدث تھے۔ سمعانی لکھتے ہیں:

"آپ کا رنگ سیاہی مائل تھا، انھوں نے حسن ابن مکرم اور ان کے معاصرین سے حدیث کی سماعت کی، ان سے حاکم نے بھی روایت کی ہے"[2]

۵۔ حکیم ابراہیم بن فزارون

آپ بغداد کے مشہور حکیم تھے۔ مخلن بن عبد المہلبی کے ساتھ سندھ میں آئے۔ بہت عرصہ تک منصورہ میں قیام کیا۔ تاریخ الحکماء میں ان کے متعلق مرقوم ہے:

"اپنے دور کے مشہور طبیب تھے۔ فزارون کی اولاد میں سے تھے۔ عثمان بن عباد مہلبی کے ساتھ سندھ میں آئے اور کچھ عرصہ تک یہاں رہے پھر واپس چلے گئے۔ جب تک سندھ میں رہے سور کا گوشت کھاتے تھے۔"

عثمان بن عباد المہلبی ۲۱۲ھ میں سندھ کا والی مقرر ہو کر آیا ۲۱۶ھ میں واپس بغداد پہنچا۔

سیاسی و مذہبی مبلغین کا دورہ

علماء اور ادیبوں کے علاوہ بہت سے مبلغ بھی اپنے سیاسی اور مذہبی عقیدے نیز اپنی سیاسی و نیم مذہبی تحریکوں کی نشر و اشاعت کے لیے منصورہ میں وارد ہوتے تھے۔ چنانچہ اس سلسلے میں عبداللہ الاشتر علوی بھی ۱۴۱۔۱۵۱ھ عمر بن حفص کے زمانہ میں اپنے مذہبی و سیاسی عقیدے کی نشر و اشاعت کے لیے "منصورہ" میں آئے تھے۔ لیکن کئی سالوں کے بعد شہید ہو گئے۔

خارجی فرقہ کا مشہور لیڈر حسان بن مجاہد ہمدانی بھی ۱۴۲ھ میں اپنے نظریے کی نشر و اشاعت کے لیے سندھ میں آیا تھا۔

منصورہ کی عام علمی اور مذہبی حالت کا نقشہ صاحب "احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم" شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن بشاری مقدسی متوفی ۳۷۵ھ نے جو بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ:

"یہاں کے باشندے لائق اور بامروت ہیں۔ اسلام ان کے ہاں سر سبز اور شاداب ہے۔ یہاں

---

[1] فہرست ابن ندیم ص ۳۶۸ [2] کتاب الانساب سمعانی ص ۲۴۳ باب منصورہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اہل علم کی کثرت ہے۔ لوگوں میں ذہانت اور فراست پائی جاتی ہے۔ نیکی اور خیرات عام ہے۔ مسلمان زیادہ تر اہل حدیث ہیں ...... شہروں میں گو حنفی فقہاء بھی پائے جاتے ہیں لیکن مالکی اور حنبلی نہیں ہیں اور نہ ہی معتزلی ہیں لوگ صحیح اور سیدھی راہ پر گامزن ہیں۔" [1]

اس بیان سے بخوبی عیاں ہوتا ہے کہ "منصورہ" میں علم کا کافی چرچا تھا۔ دینی لحاظ سے مسلمان زیادہ تر مسلک "اہل حدیث" یعنی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عامل تھے۔ مختلف مذہبی فرقوں کے واعظین کا وجود نہ تھا۔ اس وجہ سے نہ مذہبی اختلاف تھا اور نہ ہی مسلمانوں میں فرقہ بندی پائی جاتی تھی۔ لوگ ذہین نیک دل اور سچے تھے

مدارس

صاحب احسن التقاسیم کے ذریعہ منصورہ میں ایک دینی درسگاہ کا پتہ چلتا ہے۔ جہاں قاضی ابو محمد صاحب المنصوری کا درس جاری رہتا تھا۔ بشاری مقدسی ان کے ذکر میں لکھتے ہیں:

"میں نے یہاں قاضی ابو محمد منصوری کو دیکھا جو عامل بالحدیث امام ابو داؤد ظاہری کے مسلک پر تھا جنہیں اپنے مذہب میں امام کا درجہ حاصل تھا۔ ان کا حلقۂ درس ہوتا تھا۔ آپ بہت سی تصانیف کے مالک تھے جن میں بعض بہت اہم ہیں۔" [2]

منصورہ کی علمی کیفیت اور مذہبی ماحول اور اہل علم کی کثرت سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ امام ابو محمد المنصوری کے مدرسہ کے علاوہ دیگر مدارس بھی ضرور ہونے چاہییں لیکن ان کی زیادہ اہمیت نہیں تھی۔ اس لیے تاریخ میں ان کے مدرسہ کے علاوہ کسی اور کا ذکر نہیں ملتا۔

تحصیل علم کا معیار اور دستار بندی

چوتھی صدی ہجری کے آخری سیاح علامہ مقدسی نے یہاں کے محدثین اور بعض صاحب تصانیف علماء کا ذکر کیا ہے۔ مگر طوالت کے خوف سے ہم تفصیل کو تو قلم انداز کرتے ہیں تاہم خاص طور پر توجہ دلانے کی بات یہ ہے کہ:

"اس تعلیم میں اخلاقی تربیت کا سب سے زیادہ لحاظ رکھا جاتا تھا۔ قرآن مجید میں جا بجا عمل صالح کی تاکید کی گئی ہے۔ اور اس زمانے میں جس قدر نامور علماء اور ائمہ دین گزرے ہیں وہ مسائل

---

[1] بحوالہ احسن التقاسیم ص ۴۸۱ [2] ایضاً

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الٰہی میں فلسفیانہ موشگافی یا منطق کے دقیق مباحث کو زیادہ وقعت نہ دیتے تھے بلکہ عمدہ اخلاق اور اچھے اعمال ان کے نزدیک تحصیل علم کا صحیح معیار تھے۔ دستار بندی حاصل کرنے کے لیے تقویٰ اور سنت نبوی (علی صاحبہا الصلوٰۃ) کی عملی پابندی مقدم شرط سمجھی جاتی تھی [۱]

عہدۂ قضاء

سندھ میں بھی دیگر مقبوضہ ممالک کی طرح شریعت اسلامی کا نفاذ کیا گیا اور قاضی مقرر کیے گئے۔ وہ شرع کے مطابق معاملات طے کریں۔ چنانچہ منصورہ میں عہدۂ قضاء کو بڑی اہمیت حاصل تھی۔ عرب، عراق کے مشہور عالم اسی منصب کے لیے آیا کرتے تھے۔ ربیع الاول ۲۸۲ھ میں بغداد سے محمد بن ابی شوارب منصورہ کے قاضی بن کر آئے۔ وہ ایک جید عالم اور عہدۂ قضاء کے لیے اپنی مثال آپ تھے۔ اگر وہ کچھ عرصہ منصورہ میں مزید رہتے تو ملک کو بہت بڑا فائدہ پہنچتا لیکن افسوس کہ عمر نے وفا نہ کی اور یہاں پہنچنے کے چھ ماہ بعد وفات پا گئے [۲]

تاریخ سندھ کا مصنف لکھتا ہے کہ:

"محمد بن ابی شوارب بھی انہی لوگوں میں سے تھے جو ۲۸۳ھ میں سندھ میں آکر آباد ہو گئے۔ بہت بڑے عالم تھے۔ عراق میں عموماً اور خاص کر بغداد میں لوگ ان کی بڑی قدر کرتے تھے خلیفہ بغداد، عباسی شہزادے ان کی صحبت سے فائدہ اٹھاتے تھے اور ان کی حاجت روائی بھی کرتے تھے۔ غالباً ان کے بیٹے علی بن محمد بن ابی شوارب منصورہ میں قاضی مقرر ہوتے ان کا خاندان بھی چوتھی صدی کے ابتدائی سالوں تک رہا جیسا کہ مسعودی نے لکھا ہے" [۳]

اسی سلسلے میں "مسلمانانِ کراچی و سندھ کی تعلیم" کے لائق مصنف سید مصطفیٰ علی بریلوی صاحب قدیم صوبہ سندھ کی علمی و تعلیمی ترقی کے عنوان باب اول میں تاریخ سندھ کے مصنف کے حوالے سے تحریر کرتے ہیں:

موسیٰ بن یعقوب ثقفی قاضی اور ان لوگوں میں سے ہیں کہ باوجود عرب ہونے کے انہیں سندھی کہا جا سکتا ہے کیونکہ انہوں نے اپنی پوری زندگی سندھ ہی میں بسر کی۔ بہت بڑے عالم اور فقیہ تھے۔ ارور کے قاضی اور سندھ کے قاضی القضاۃ تھے۔ ان کا خاندان شمس الدین التمش کے زمانے تک موجود تھا۔ کتاب چچ نامہ ان ہی کے بزرگوں کی لکھی ہوئی عربی زبان میں

---

[۱] تاریخ سندھ جلد اول ص ۲۰۳ [۲] الکامل ابن اثیر، ج ۷، ص ۲۰۴۳ [۳] تاریخ سندھ بحوالہ المسعودی ج ۱ ص ۳۷۷

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تھی جس کا ابن علی کوفی نے فارسی میں ترجمہ کیا۔"

زبان

اہل عرب مغربی ہند کے ساحلوں سے بے خبر نہ تھے جہاں زمانہ قدیم سے عرب تاجروں کی آمد و رفت پائی جاتی تھی۔ یہ لوگ خلیج ایران کو پار کر کے دریائے سندھ کے دہانہ تک اور وہاں سے کھمباٹ اور کالی کٹ نیز ساحل مالابار کی دیگر بندرگاہوں تک پہنچ گئے تھے۔[1]

یہی وجہ تھی کہ سندھ میں اسلامی ریاست کے قیام سے قبل بھی عربی سمجھی جاتی تھی۔ عرب جغرافیہ نویسوں کے قول کے مطابق منصورہ میں عربی اور سندھی مروج تھی۔ ابن حوقل لکھتا ہے:

"منصورہ، ملتان اور اس کے گرد و نواح کے علاقوں کی زبان عربی اور سندھی ہے۔"

سندھی زبان میں اسلامی ادب کی ابتداء اور قرآن مجید کا پہلا سندھی ترجمہ

۲۷۰ھ میں سندھ کے علاقہ کے ایک ہندو راجہ نے عبداللہ بن عمر ہباری والئ منصورہ کو ایک خط لکھا اور ان سے استدعا کی کہ دین اسلام کے اصول و عقائد پر سندھی زبان میں ایک کتاب لکھ کر ارسال کی جائے چنانچہ والئ منصورہ نے یہ خدمت ایک عراقی کے سپرد کی جو اصل میں عراق کا باشندہ تھا، لیکن عرصہ دراز سے سندھ میں سکونت پذیر ہونے کی وجہ سے سندھی زبان میں کامل دسترس حاصل کر لی تھی۔ انہوں نے والئ منصورہ کی فرمائش پر ہندو راجا کے لیے اسلامی عقائد پر ایک منظوم کتاب لکھی۔ کتاب کے پڑھنے کے بعد راجا اسلام سے بہت متاثر ہوا اور اس کے ساتھ اس عراقی عالم کے علم و فضل کا بے حد معترف ہوا، نیز والئ منصورہ سے مکرر استدعا کی کہ اس عالم کو ان کے ہاں بھیجا جائے۔ چنانچہ تین سال تک یہ عراقی عالم راجہ کے ہاں رہا۔ نیز اسی عالم نے راجہ کے حکم پر قرآن مجید کا ترجمہ (یا تفسیر) سندھی زبان میں تحریر کیا جسے راجہ روزانہ بلا ناغہ سنتا تھا۔ ایک دفعہ سورہ یٰسین کی ایک آیت کا جب انھیں ترجمہ سنایا گیا، تو تخت سے ایک دم نیچے اتر آیا اور دو بارہ ترجمہ دو تین قدم پیچھے ہٹا اور سجدے میں گر پڑا۔ اور سجدے کے دوران روتا رہا۔ بڑی دیر کے بعد جب سجدہ سے سر اٹھایا تو بے ساختہ اس کی زبان سے نکلا وہی رب معبود ہے۔ ۲۷۳ھ میں جب یہ عالم والئ منصورہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو عرض کی کہ راجا دل سے تو مسلمان

---

[1] تاریخ اسلامی سندھ از پروفیسر محمود بریلوی ص ۴۳

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہو چکا ہے لیکن مخالفت کے خوف سے اس کا اظہار نہیں کر سکتا[1]

اسی سلسلے میں تاریخ سندھ کے مصنف مولانا ابوظفر ندوی رقمطراز ہیں:

"اور یہ مسلمانوں کی پہلی تصنیف سندھی زبان میں تھی اور ہندوستان میں پہلا ترجمہ بھی یہی تھا"[2]

رسم الخط

رسم الخط کے سلسلے میں ہمیں کوئی حتمی شہادت نہیں ملتی۔ عرب جغرافیہ نویسوں نے سندھی زبان کا تو ذکر کیا ہے لیکن انہوں نے یہ نہیں بتایا کہ سندھی زبان یا سندھ یا منصورہ کی دوسری مقامی زبان کے لیے کون سا رسم الخط استعمال ہوتا تھا۔ اس سلسلے میں مشہور عالم ابوریحان بیرونی کی کتاب الہند میں چند سطریں پائی جاتی ہیں لیکن اس سے کسی صحیح نتیجے پر پہنچنا محال ہے۔ جب تاریخ اس حقیقت کی غمازی کر رہی ہے کہ منصورہ ملتان اور سندھ کے اکثر اضلاع میں عربی اور سندھی مروج تھی تو گمان غالب یہ ہے کہ سندھی کا رسم الخط ابتدائی دور میں بھی عربی رسم الخط ہی ہوگا۔

لباس

ابو اسحاق ابراہیم بن محمد الاصطخری جو چوتھی صدی ہجری کے آغاز میں ممالک اسلامیہ کی سیاحت کو نکلا تھا اور ابن خرداذبہ سے تقریب قریب ایک صدی بعد کے حالات بیان کرتا ہے۔ بلاد سندھ کے ذکر میں لکھتا ہے کہ:

"شہر منصورہ جسے سندھی میں برہمن آباد کہتے ہیں .... یہاں کے رہنے والے مسلمان ہیں۔ اہل عراق کی مثل لباس پہنتے ہیں ان کی اور اہل مضافات کی زبان عربی اور ہے اور یہی حال شہر ملتان اور نواح ملتان کا ہے کہ وہاں کے لوگ بھی عراق عرب کے باشندوں کا سا لباس یعنی کرتے اور شلواریں یا تہمد استعمال کرتے ہیں۔ ملتان رقبے کے اعتبار سے منصورہ سے نصف اور شہر ارور (الور) کے برابر ہے"[3]

سندھ پر عربی و اسلامی تہذیب کے اثرات

جب عربوں نے سندھ فتح کر لیا تو انہوں نے تین واضح طریقوں سے اسلامی و عربی تہذیب کا اثر سندھ پر ڈالا جو آج تک قائم ہے۔

---

[1] عجائب الہند بزرگ بن شہریار لیڈن [2] مسلمانان کراچی و سندھ کی تعلیم ص ۲۵۰ بحوالہ تاریخ سندھ [3] حکومت عرب کے اثرات ۱۹۰-۱۹۱

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اوّلاً: وحدت اسلامی قائم کی جس کے دائرے میں سندھی باشندوں کی عظیم اکثریت آئی۔

ثانیاً: انہوں نے سندھی زبان پر اتنا اثر ڈالا کہ اس میں عربی زبان صاف جھلکنے لگی نیز اس کا رسم الخط عربی ہو گیا۔

ثالثاً: اپنی عادات و رسوم و لباس و غذا، آداب معاشرت موسیقی، زراعت، طریقہ آبیاری اور فن تعمیر کے توسل سے انہوں نے سندھ کو عربی ممالک کا ایک حصہ بنا دیا۔

حرف آخر

چونکہ مذہب کے لحاظ سے دار السلطنت کے لوگ جیسا کہ ہم تاریخ کے حوالہ سے بتا چکے ہیں۔ زیادہ تر اہلحدیث یعنی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عامل لوگ تھے۔ باقی دیگر مذہبی فرقے ناپید تھے۔ گو بعد میں عباسیوں کے دور میں محب اہل بیت بھی آئے جن کے دور میں شیعیت کو قدرے فروغ حاصل ہوا۔ خوارج نے بھی یہاں کا رُخ کیا۔ فاطمیوں کے دور میں اسماعیلیوں (قرامطیوں) کو بھی کچھ اقتدار حاصل رہا۔ یہ حقیقت اپنی جگہ قائم ہے کہ باب الاسلام سندھ میں دو تین صدیوں تک بحیثیت مجموعی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عوام و خواص نے اپنا دستور العمل اپنائے رکھا۔

مورخ مسعودی نے سنہ ۳۰۳ھ ہجری مطابق سنہ ۹۱۲ء کے منصورہ کو دیکھا تھا۔ مشہور جغرافیہ نویس اور سیاح یاقوت (تیرھویں صدی عیسوی) نے بھی اس کو سرسبز اور شاداب دیکھا تھا لیکن ابو الفدا (چودھویں صدی عیسوی کا نصف شروع) نے اس کے کھنڈر دیکھے۔ سلطان محمود غزنوی کے متعلق عام طور پر مشہور ہے کہ اس نے منصورہ کے مقام پر اپنا ایک مسلمان گورنر مقرر کیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ شاندار عرب شہر چودھویں صدی عیسوی کے شروع میں دریائے انڈس (سندھ) کے سیلاب اور راہ بدلنے کے باعث برباد ہوا[1]

کراچی میں ترجمان الحدیث کا تازہ پرچہ مندرجہ ذیل پتہ سے حاصل کریں

(۱) جناب صالح محمد ہنگورا کلری لین آتما رام روڈ پول ۲۹ کراچی ۲

(۲) عوامی کتب خانہ ناشران و تاجران کتب نزد بولٹن مارکیٹ بندر روڈ کراچی

---

[1] تاریخ اسلامی سندھ از پروفیسر محمود بریلوی

© rasailojaraid.com